مرثیۂ میر انیسؒ کا عربی ترجمہ

ایک نادر ادبی کارنامہ

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

حضرت سید العلماءؒ کا عربی ادب میں جو پایہ ہے وہ شیعی دنیا میں محتاج اظہار نہیں ہے مگر خالص عربی کے شاہکاروں سے ہندوستان کے عام افراد کو کوئی دلچسپی نہیں ہوسکتی، لیکن موصوف کا ایک قلمی کارنامہ ایسا ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے غیر عربی داں طبقہ کے لئے بھی کافی دلچسپ ثابت ہوسکتا ہے۔

میر انیسؔ کے مشہور مرثیہ

''جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے''

کا (جو نہایت شان واہتمام کے ساتھ چھپ کر نظامی پریس لکھنؤ میں تیار ہوا ہے) عربی زبان میں ترجمہ ہے اس طرح کہ ہر مصرع کا ترجمہ اس کے مقابل کے ایک ہی مصرع میں ہوا ہے۔ موصوف نے اس پر عربی میں ایک مختصر مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جس میں کلام انیسؔ کے بعض خصوصیات کا عربی دنیا سے تعارف کرایا ہے ذیل میں اس مقدمہ کا اردو ترجمہ پھر اصل مرثیہ کے تیس بند اور اس کے بالمقابل عربی ترجمہ کے بند درج کئے جاتے ہیں۔

مرثیہ شعرائے عرب کے یہاں معانی شعر کی ایک صنف رہا ہے جس کے لئے نظم اور ساخت کے اعتبار سے کوئی خاص طرز مخصوص نہیں ہے اور اس لئے مدحیہ قصائد اور مراثی میں انداز نظم میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے مقصد اور مضمون کے۔

بیشک شعرائے ایران نے ایک طرز ایجاد کیا ہے جسے ''ترکیب بند'' کہتے ہیں یہ ایک طرح کا ''موشحہ'' ہے جس میں ہر دور تقریباً دس بارہ پندرہ اشعار پر مشتمل ہوتا ہے جو سب ایک قافیہ میں ہوتے ہیں پھر دوسرا دور دوسرے قافیہ میں ہوتا ہے اور اسی طرح پوری نظم ہوتی ہے۔ اس انداز پر متعدد مراثی نظم ہوئے جن میں بہت مشہور محتشمؔ کاشانی اور مقبلؔ کے مرثیے ہیں۔ مگر ان کا نام مرثیہ نہیں ہوا اور نہ یہ انداز مرثیے کے لئے مخصوص ہوا بلکہ اس طریقہ پر اکثر مرثیہ کے علاوہ دوسری چیزیں بھی نظم ہوتی تھیں جیسے ہفت بند ملاحسنؔ کاشی جو مدح میں ہے۔ اور مرثیہ کبھی اس طرز کے خلاف بھی نظم کیا جاتا تھا جیسے اکثر وصالؔ شیرازی وغیرہ کے مراثی۔ جب ہندوستان میں ادب کی نشوونما یہاں کی اسلامی فصیح زبان اردو میں ہوئی تو ادبائے ہندوستان نے ایک خاص طرز نظم ایجاد کیا جو ''موشحہ'' کے طور پر ہوتا ہے متعدد بندوں پر مشتمل مگر ان میں سے ہر دور چھ ہی مصرعوں کا ہوتا ہے، جس میں چار مصرعے ایک قافیہ میں اور آخری دو مصرعے ایک دوسرے قافیہ میں ہوا کرتے ہیں اس کا نام انھوں نے ''مسدس'' رکھا اور اسے واقعہ کربلا کے تذکرہ اور حضرت امام حسینؑ کے حال کے لئے اس طرح مخصوص کیا کہ ''مرثیہ'' صرف اسی کا نام ہوگیا اب مرثیہ اسی کو کہا جاتا ہے جو اس طرح پر نظم ہوا ہو اور کبھی باعتبار مضمون مرثیہ کے طور پر کسی دوسرے طریقہ پر نظم کرتے ہیں تو اسے نوحہ یا سلام یا واقعہ کہتے ہیں مگر ''مرثیہ'' نہیں کہتے۔

مرثیہ گویوں کے سر گروہ انیسؔ مرحوم

انیسؔ کے قبل مرثیے ایک سادہ عنوان پر ہوتے تھے۔ ان میں کربلا کے کسی ایک واقعہ کو ایک مسلسل روایت کی صورت میں دردناک الفاظ میں نظم کردیا جاتا تھا۔ انیسؔ سب سے پہلے وہ

شخص ہیں جنھوں نے مرثیہ میں بسط وتفصیل سے کام لیا۔ اس کے لئے حدود مقرر کئے اور ان کو مختلف بابوں پر تقسیم کیا جن میں انتہائی سلیقہ کارفرما نظر آتا ہے اور وہ ایک ایسی فرد تھے جنھیں خدا نے نکتہ آفرین طبیعت اور ایجاد کی قوت اور بجلی کی سی طاقت والی فکر اور بیان کی مقناطیسی کشش عطا کی تھی جس کی طرف دل پرواز کرتے اور نفوس خود بخود مائل ہوتے تھے۔ اور وہ ''سروش غیب'' کے الہامی معانی کو ایسے الفاظ میں ادا کرتے تھے جن کے سوا ان معانی کے لئے الفاظ خلق ہی نہیں ہوئے ہیں۔

انیسؔ کی وفات کو ستر برس کے قریب ہو چکے ہیں مگر آج تک کسی کو یہ قدرت نہیں ہوئی کہ وہ زیادتی یا تبدیلی کردے ان حدود میں جو انیسؔ نے مرثیہ کے لئے مقرر کئے ہیں بلکہ اتنے طویل عرصہ میں سب انہی کی پیروی اور تقلید کرتے رہے ہیں، سوائے ان صورتوں کے کہ وہ اس راستے ہی سے بالکل ہٹ جائیں اور نتیجہ یہ ہے کہ ان کا نتیجۂ فکر ایک مسدس تو ہو مگر مرثیہ نہ رہ جائے۔

مرثیہ کے حدود اور اجزاء

مراثی زیادہ تر شہدائے کربلاؑ میں کسی ایک کے حال میں ہوتے ہیں جیسے خود حضرت امام حسین علیہ السلام یا آپ کے فرزند علی اکبرؑ یا آپ کے بھتیجے قاسمؑ ابن الحسنؑ وغیرہ کے حال میں۔ شاعر مرثیہ کا آغاز چہرے سے کرتا ہے جو مثل تشبیب کے ہوتا ہے۔ متاخرین شعرائے عرب کے یہاں اس میں جو کچھ شاعر کا مذاق پسند کرے جیسے ادبی فخر وتعلّی یا مدح اہلبیتؑ اور واقعہ کربلا کی عمومی طور پر نوعیت واہمیت یا شب عاشور کا تذکرہ یا صبح عاشور کا بیان اور اسی طرح کی دوسری چیزیں اس انداز پر جو اس حال کے مناسب ہو جسے شاعر اصل مرثیہ میں نظم کرنا چاہتا ہے اور کبھی ''چہرہ'' نہیں ہوتا بلکہ ایک دم شہید کے امام سے رخصت جہاد طلب کرنے یا جہاد کے لئے خیمہ سے نکلنے ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور اس صورت میں کہ جب چہرہ موجود ہو تو شاعر اس چہرے سے گریز کرتا ہے اصل مقصد کی طرف مناسب ترین طریقہ سے۔ پھر ذکر ہوتا ہے شہید کا اذن جہاد طلب کرنا اور امامؑ سے یا مخدرات عصمتؑ سے رخصت ہونا اور یہاں پر سوز وگداز اور طرفین کے دردناک مکالمات ہوتے ہیں، پھر شہید کا نکلنا میدان کی طرف اور یہ موقع ہے گھوڑے کی تعریف کا اور اس کی سرعت رفتار کے ذکر کا ایسی جدت طرازیوں کے ساتھ جن سے مرثیہ گو کی قوت شاعری کا درجہ اور تشبیہ اور تخیل میں اس کے زور طبیعت کے جوہر کھلتے ہیں، پھر دشمن کے سامنے پہنچ کر مجاہد کی رجز ہوتی ہے، جس میں اس کے امتیازی خصوصیات اور فضائل کا ذکر ہوتا ہے اور اس کے جہاد ونصرت دین کے بلند مقاصد کا اظہار ہوتا ہے اور اکثر اس موقع پر حضرت رسولؐ اور ان کے اہلبیتؑ کی فضیلت اور جناب امیرؑ اور ان کی اولادؑ کے بارے میں آنحضرتؐ کے اقوال اور حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی شجاعت اور مجاہدانہ کارنامے جو بدر واحد، خیبر وخندق وغیرہ میں ظاہر ہوئے ہیں ان کا ذکر ہوتا ہے اور یہاں پر مرثیہ میں تیور اور شان وشوکت اور شکوہ ودبدبہ نمایاں ہوتا ہے۔ پھر جنگ کا حال نظم کیا جاتا ہے اور اس موقع پر تلوار کی تعریف ہوتی ہے، بہت خوبصورتی اور باریک نگاہی سے۔ اور پھر حملہ اور فوج میں ابتری اور فوج دشمن کے کشتوں کی کثرت اور فوج میں بھگدر کا ذکر ہوتا ہے اس طرح کہ نظروں میں میدان جنگ کی تصویر کھنچ جائے۔ آخر میں بیان ہوتا ہے لشکر کا تن تنہا مجاہد کو گھیر لینا اور تیر ونیزہ وشمشیر کے وار کرنا اور جسم پر زخموں کا لگنا، پھر شہید کا گھوڑے سے گرنا اور آخر میں شہید ہو جانا۔ اس موقع پر دردانگیزی انتہا تک پہنچ جاتی ہے اور یہیں پر بی بیوں کے بین ہوتے ہیں جو پتھر کے دل کو بھی پگھلا دیں اور بے ساختہ سننے والوں کو چیخ کر رونے کے لئے مجبور کر دیں۔

عربی ترجمہ کے مشکلات

عرصہ سے میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس طرح کی نظم کا جو مشرقی ادب کے خزانۂ عامرہ کی حیثیت رکھتی ہے ان عرب ادیبوں سے تعارف کراؤں جو اس قسم کے ذخیروں کے طلبگار رہتے ہیں اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ میں اس کو عربی زبان میں منتقل کروں تا کہ اس زبان کے لوگ اس سے شناسا ہو سکیں، لیکن

میں اس میں توقف کرتا تھا اُن مشکلات کی بنا پر جن کا اس راستہ میں اندازہ تھا۔ کیونکہ ترجمہ دوسری زبان میں خود ہی مشکل چیز ہے پھر وہ بھی ایسی چیز کا جو ادبی حیثیت سے گویا معجزہ ہے تنہا معنی کے اعتبار سے نہیں بلکہ الفاظ کے اعتبار سے بھی اور وہ خصوصیات جو الفاظ سے تعلق رکھتے ہیں وہ کبھی ترجمہ میں باقی نہیں رہ سکتے۔ اس وجہ سے میں گومگو کی حالت میں رہا، یہاں تک کہ اب شوق بہت زیادہ ہوگیا اور دوسرے ادباء کے تقاضے بھی ہونے لگے۔ اس لئے میں نے قلم ہاتھ میں اٹھایا اور اپنی فکر کو ایک نقطہ پر مجتمع کیا اور مراثی انیسؔ میں سے ایک کا انتخاب کیا اور اس میں ایک ابتدائی حصہ چھانٹا جو خود ایک مستقل حیثیت رکھتا تھا اس کا میں نے عربی میں ترجمہ کیا اس طرح کہ طرز نظم، انداز، طریقہ اور مضمون سب اسی صورت پر محفوظ رہے تاکہ میں اس طرح ''مرثیہ'' کی پوری حقیقت دوسرے لوگوں کو پہنچا سکوں اور میں نے یہ پابندی کی ہے کہ ہر مصرع کا ترجمہ ایک ہی مصرع میں ہوگا اسی ترتیب کے ساتھ جو اصل مرثیہ میں موجود ہے۔ اب اس ترجمہ میں سوائے تجنیس، ایہام اور صنایع لفظیہ کے جو ترجمہ میں محفوظ نہیں رکھ سکتے غالباً اور کوئی پہلو نظر انداز نہیں ہوا ہے۔ رہ گئے معنی اس کے بارے میں امید کرتا ہوں کہ پورے طور پر کامیاب ہوگیا ہوں۔ اگر طبقۂ ادباء نے اس خدمت کی قدر کی تو ممکن ہے میں اس سلسلہ کو آئندہ بھی جاری رکھوں۔

اصل مرثیہ	عربی ترجمہ
جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے	حينما الشمس طوت اجواز بيداء الدّجىٰ
جلوہ کیا سحر کے رخ بے حجاب نے	وتجلّى سافر الحس محيا ابن ذكا
دیکھا سوئے فلک شہؑ گردوں رکاب نے	لمح السبط بِعَينَيّة الىٰ افق السما
مڑ کر صدا رفیقوں کو دی اس جناب نے	وانشى نحو مواليه ينادى بالملا
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو	انتهى اللّيل عباد اللّٰه حمد اللاله
اٹھو، فریضۂ سحری کو ادا کرو	وانهضوا بالصبح ادوّا فرض ميقات الصلوٰة
ہاں! غازیو یہ دن ہے جدال و قتال کا	اِيْه يا ابطال هذا اليوم يوم الكفاح
یاں آج خوں بہے گا محمدؐ کی آلؑ کا	ودماء الألِ ألِ المصطفى اليوم تباح
چہرہ خوشی سے سُرخ ہے زہراؑ کے لال کا	ان وجه سبط محمد ببشر وارتياح
گذری شبِ فراق دن آیا وصال کا	اذ نقضت ليلة الهجر و يوم الوصل لاح
ہم وہ ہیں غم کریں گے ملک جن کے واسطے	نحن من يبكى لنا بالحزن املاك السما
راتیں تڑپ کے کاٹی ہیں اِس دن کے واسطے	ولهذا اليوم كما بتنا على احمر الغضا
یہ صبح ہے وہ صبح مبارک ہے جس کی شام	ان هذى غدوة ميمونة اصالها
یاں سے ہوا جو کوچ تو ہے خلد میں مقام	واصل بالحل فى روض العلى برحالها
کوثر پہ آبرو سے پہنچ جائیں تشنہ کام	والعطاشى فليكن من كوثر انها لها
لکھے خدا نماز گذاروں میں سب کے نام	وبميزان المصلين تكن به اثقالها
سب ہیں وحید عصر یہ غل چار سو اُٹھے	فيرنّ الجّوان الجمع فرد فى الورىٰ
دنیا سے جو شہید اُٹھے سر خرو اُٹھے	كل من يقضى من القوم قضى مستبشرا

یہ سن کے بستروں سے اٹھے وہ خدا شناس
اک اک نے زیب جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوں میں کئے سب نے بے ہراس
باندھے عمامے آئے امامِ زماں کے پاس
رنگیں عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے
مشک و زباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

سوکھے لبوں پہ حمد الٰہی، رُخوں پہ نور
خوف و ہراس و رنج و کدورت دلوں سے دور
فیاض حق شناس اُولوالعزم ذی شعور
خوش فکر و بذلہ سنج و ہنر پرور و غیور
کانوں کو حسنِ صوت سے حظ بر ملا ملے
باتوں میں وہ نمک کہ دلوں کو مزا ملے

ساونت، بردبار، فلک مرتبت، دلیر
عالی منش، سبا میں سلیماں، وغا میں شیر
گردان دہر ان کی زبردستیوں سے زیر
فاقوں میں دل بھی، چشم بھی اور نیتیں بھی سیر
دنیا کو ہیچ و پوچ سراپا سمجھتے تھے
دریا دلی سے بحر کو قطرہ سمجھتے تھے

تقریر میں وہ رمز و کنایہ کہ لا جواب
نکتہ بھی منہ سے گر کوئی نکلا تو انتخاب
گویا دہن کتاب بلاغت کا ایک باب
سوکھی زبانیں شہد فصاحت سے کامیاب
لہجوں پہ شاعران عرب تھے مرے ہوئے
پستے لبوں کے وہ جو نمک سے بھرے ہوئے

لب پر ہنسی گلوں سے زیادہ شگفتہ رو
پیدا تنوں سے پیرہن یوسفی کی بو
پرہیزگار و زاہد و ابرار و نیک خو
غلماں کے دل میں جن کی غلامی کی آرزو
پتھر میں ایسے لال، صدف میں گہر نہیں
حوروں کا قول تھا یہ ملک ہیں بشر نہیں

فانبروا اذا سمعوا ذلک من فوق المهاد
واکتسبوا من حلل الزینه اقصیٰ ما یراد
وجمیعاً رجّلوا الشعر بخلالان الفواد
فی عمامات علی الهام اتومو لی الرشاد
فوقهم ابرادهم مشدودة او سلطهم
بصنوف الطیب طرا ضمّخت امر اطهم

ذاکرین الله حمدا بالشفاهُ الذابلات
ندّ عن اذهانهم طرا بتاریخ الحیٰوة
اسخیاء عرفا اهل عزم و ثبات
اذکیاء اظرفا اهل علم واباة
کان للاسماع من اصوانهم خط یباح
وقلوب الخلق تحطی بالاحادیث الملاح

بهم اطواد حلم اعلیاء القدرصید
فی رفیع الجاه املاک وفی الحراب سود
خضعت دونهم الابطال ذلّا بسجود
کلهم من عیشه شبعان فی جوع شدید
حسبوا الدنیا هَبَآ لا تساوی بنقیر
فالکثیر والوفر منها عندهم نزر یسیر

منطق فیه رموز واشارات عجاب
ونکات فی خطاب کله فصل الخطاب
فی فم تحسبه من مصحف الابداع باب
ولسان یابس فیه من الشهد رضاب
بلحون تفتدیها شعرآء العرب
وشفا لهم قد ملأت بالضرب

باسموا الثغر ببشر یزدری زهرا لربّی
بجسوم قد کساها یوسف قمص الشّدی
کلهم برتقی زاهد مختلف الهدی
تبتغی خدمتهم غلمان فردوس العلیٰ
جوهر لا من صخور در ردلا کالدرر
بشر لکنها الاملاک لیست بالبشر

پانی نہ تھا وضو جو کریں وہ فلک جناب
پر تھی رخوں پہ خاک تیمم سے طرفہ آب
باریک ابر میں نظر آتے تھے آفتاب
ہوتے ہیں خاکسار غلام ابوتراب
مہتاب سے رخوں کی صفا اور ہوگئی
مٹی سے آئینوں میں جلا اور ہوگئی

خیمے سے نکلے شہؑ کے عزیزان خوش خصال
جن میں کئی تھے حضرت خیرالنساءؑ کے لال
قاسمؑ سا گل بدن، علی اکبرؑ سا خوش جمال
اک جا عقیلؑ و مسلمؑ و جعفرؑ کے نونہال
سب کے رخوں کا نور سپہر بریں پہ تھا
اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا

وہ صبح اور وہ چھاؤں ستاروں کی اور وہ نور
دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوج طور
پیدا گلوں سے قدرتِ اللہ کا ظہور
وہ جا بجا درختوں پہ تسبیح خواں طیور
گلشن خجل تھے وادی مینواساس سے
جنگل تھا سب بسا ہوا پھولوں کی باس سے

ٹھنڈی ہوا میں سبزۂ صحرا کی وہ لہک
شرمائے جس سے اطلس زنگاریٔ فلک
وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی وہ مہک
ہر برگ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے گوہر یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

قربانِ صنعت قلم آفرید گار
تھی ہر ورق سے صنعت ترصیع آشکار
عاجز ہے فکرت شعرائے ہنر شعار
ان صنعتوں کو پائے کہاں عقل سادہ کار
عالم تھا محو قدرتِ ربِّ عباد پر
مینا کیا تھا وادی مینو سواد پر

لم يكن يبقى لديهم للتوضى ثمَّ ماء
لكن الترب كسا اوجههم ثوب البهاء
تترائى من وراء السّحب امثال ذكاء
لصعّوا بالترب اذهم لابيه اولياء
اوجه كالبدر قد زيدت صفاً والتهاب
وكذ المرّاة تزداد صقالاً بالتراب

وتبدّى اقربا السبّط من وسط الخباء
عدّة منهم بنو فاطمة خير النسآء
قاسم ثمّ على بن حسينؑ ذو السنآء
والعقيليون مثل الجعفريين سوآء
بالثرىٰ منهم لانوار الوجوه المزهرة
طاقة تحمل اقمار ثمانى عشرة

وقت صبح و ظلال الانجم الزّهر ونور
لو رأى مشرقا خر المناجى فوق طور
ومن الازهار للصنع الالهى ظهور
وعلى الاشجار فى التسبيح للبارئ طُيور
تخجل الجنات من اخضاب بالوادى لنصر
حينما قد فاح بالصحرا اشداءُ الزهر

يالها من حضرة الاعشات فى مر الصبا
تزدرى فى ناظر الالوان خضراء السمآء
واهتزاز الدّوح والاوراد فى طيب الشدى
والتماع الطل فى اوراق ازهار الربىٰ
يخجل الالماس منها وتفديها الدرر
باللألى كُلها رصّع اوراق الشجر

انفس الخلق فدت صنع الاله المقتدر
حيث ابدى صنعة الترصيع فى كل شجر
عجزت دون مدالها من اولى الفكر الفكر
ومتى تبلغها العقل بامعان النظر
بهر العالم من ابداع بارى الكائنات
حيث قد طرزبا لميناء اطراف الجهات

وہ نور اور وہ دشت سہانا سا وہ فضا
درّاج و کبک و تیہو و طاؤس کی صدا
وہ جوش گل وہ نالۂ مرغان خوشنوا
سردی جگر کو بخشتی تھی صبح کی ہوا
پھولوں سے سبز سبز شجر سُرخ پوش تھے
تھالے بھی نخل کے سبد گل فروش تھے

وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے وہ سبزہ زار
پھولوں پہ جا بجا وہ گہر ہائے آبدار
اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار
بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل ہزار
خواہاں تھے زہرِ گلشنِ زہراؑ جو آب کے
شبنم نے بھر دیئے تھے کٹورے گلاب کے

وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم
کوکو کا شور نالۂ حق سرہٗ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم
جاری تھے وہ جو ان کی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے رب علا کی حمد
ہر خار کو بھی نوک زباں تھی خدا کی حمد

چیونٹی بھی ہاتھ اٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار
اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
یا حیُ یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار
تہلیل تھی کہیں کہیں تسبیح کردگار
طائر ہوا میں محو، ہرن سبزہ زار میں
جنگل کے شیر ہونک رہے تھے کچھار میں

کانٹوں میں اک طرف تھے ریاضِ نبیؐ کے پھول
خوشبو سے جن کی خلد تھا جنگل کا عرض وطول
دنیا کی زیب و زینت کاشانۂ بتول
وہ باغ تھا لگا گئے تھے خود جسے رسولؐ
ماہ عزا کے عشرۂ اوّل میں لُٹ گیا
وہ باغیوں کے ہاتھ سے جنگل میں لٹ گیا

سحاب النور والصحرا والجو البهيج
للقطار والقيح والدراج والصقر ضجيج
واقتبال الورد فی الحسن وللورق عجيج
يبرد الالباد من ريح الصباذ الاريج
قد لكسب بالثياب الحمر خضرآء الشجر
وحفاز الدّوح اضحت سفطا ملا الزهر

ذالک الوادی انفاس الصبا والمتجع
وللدّر اری فی اغالی الزهر شتی تلمِع
وغصون ما ئسأت هی تتری ترتقع
حيث رقی بلبل فالورد الف مجمتمع
حيث كان الزهرا للزهرآ فی حر الظمآء
ملأ الطل كؤس الورد فی الوادی بماء

وازدحام كان للكتعان من حول النخيل
واضطخاب بتغاريد طيور وهديل
وتسابيح الاله الحق فی صوت جميل
كلها تعبد باريها بنحو من سبيل
ليست الاوراد فردا فی ثناء المقتدر
بل الشان الشوک فيه مثلها يقضی الوطر

وتریٰ الذر تنادی اللّٰه حينا بعد حين
تفتديک النفس يا رب الضعيف المسكين
ونداء الحیّ والقيوم ربّ العالمين
اينما تصغی فبالتسبيح والحمد رنين
فی الهواء لطير والغزلان فی وادی الحمیٰ
وكذا اسدالفلا تزئر فی وسط الشری

كان فی الشواک ازهار الروض المصطفی
فاح من اشدائها كالخُلد اردان الفلا
بهجة الدنيا وعمران حَمٰی خير النساء
روضة قد عرستها كفّ ختم الانبيآء
نهبت بالعشرة الاولیٰ من الشهر الحرام
نهبت فی عرصة البيداء من ايدی الطغام

اللہ رے خزاں کے دن اس باغ کی بہار
پھولے سماتے تھے نہ محمدؐ کے گلعذار
دولہا بنے ہوئے تھے اجل تھی گلوں کا ہار
جاگے وہ ساری رات کے وہ نیند کا خمار
راتیں تمام جسم کی خوشبو سے بس گئیں
جب مسکرائے پھولوں کی کلیاں بکس گئیں

وہ دشت اور وہ خیمۂ زنگار گوں کی شاں
گویا زمیں پہ نصب تھا اک تازہ آسماں
بیچوبۂ سپہر بریں جس کا سائباں
بیت العتیق، دیں کا مدینہ، جہاں کی جاں
اللہ کے حبیب کے پیارے اسی میں تھے
سب عرشِ کبریا کے ستارے اسی میں تھے

گردوں پہ ناز کرتی تھی اس دشت کی زمیں
کہتا تھا آسمان دہم چرخ ہفتمیں
پردے تھے رشک پردۂ چشمانِ حور عیں
تاروں سے تھا فلک اسی خرمن کا خوشہ چیں
دیکھا جو نور شمسۂ کیواں جناب پر
کیا کیا ہنسی ہے صبح گل آفتاب پر

ناگاہ چرخ پر خطِ ابیض ہوا عیاں
تشریف جا نماز پہ لائے شہؑ زماں
سجادے بچھ گئے عقبِ شاہؑ انس و جاں
صوتِ حسن سے اکبرؑ مہرو نے دی اذاں
ہر اک کی چشم آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی
گویا صدا رسولؐ کی کانوں میں آگئی

چپ تھے طیور جھومتے تھے وجد میں شجر
تسبیح خواں تھے برگ و گل و غنچہ و ثمر
محوِ ثنا کلوخ و نباتات و دشت و در
پانی سے منہ نکالے تھے دریا کے جانور
اعجاز تھا کہ دلبر شبیرؑ کی صدا
ہر خشک و تر سے آتی تھی تکبیر کی صدا

یاله من حسن هذا الروض فی یوم الذبول
کلهم زهو یفرط البشر اولاد الرسول
فی جمال العرس والموت لهم خل وصول
بسهاد اللیل غشاهم نعاس لا یزول
فاحت الارجاء منهم بالاریح المنتشر
کلما افتر واغدت تقتر انوار الزهر

ظل یرهو ذالک الوادی بفسطاط خضر
قد تراء فلکا من فوق غبر الاکر
مضرب الخضراء فیه کجناح محتقر
مشعر القدس منار الدین ماوی للبشر
کان فی ذاالبیت ابناء النبی المصطفی
کان فیه النجم العرش لخلّاق السمآ

فاخرت خضرائها غبرائها اتیک الفلاة
قد دعاها الفلک العاشر ما فوق الکرات
حجب ام حجب العین لحور قاصرات
تجتنی من حقلها لافلاک حب النیرات
حینماشام سینا فبتها بالفلق
ضحک الصبح علی وردة شمس الافق

واذا بالخیط قد لاح علی افق السماء
فاتیٰ نحو مصلاةٰ امام الاتقیا
واقیم الصف من خلف ولی الاولیا
ولقد اذن بالفرض شبیه المصطفی
لقد اغرورقت العین تدمع زرفا
حیث الفی الناس فی الاذان صوت المصطفیٰ

کانت الطیر صموتا وقد اهتز الشجر
سجت ورد واوراق وزهر و ثمر
وغدا اثنی بحمد کل صخر ومدر
واطلت کل حیوانات بحر للنظر
معجز ذاک صوت ابن الحسین بن علی
معه کبر حقا کل دان وعلیٰ

ناموس شاہؑ روتے تھے خیمہ میں زار زار
چپکے کھڑی تھی صحن میں بانوئے نامدار
زینبؑ بلائیں لے کے یہ کہتی تھی بار بار
صدقے نمازیوں کے موذن کے میں نثار
کرتے ہیں یوں ثنا و صفت ذو الجلال کی
لوگوں اذاں سنو مرے یوسف جمال کی

یہ حسن صوت اور یہ قرأت یہ شدّ و مد
حقا کہ افصح الفصحا ہیں انھیں کے جد
گویا ہے لحنِ حضرت داؤد باخرد
یا رب رکھ اس صدا کو زمانے میں تا ابد
شعبے صدا میں پنکھڑیاں جیسی پھول میں
بلبل چہک رہا ہے ریاض رسولؐ میں

صف میں ہوا جو نعرۂ قد قامت الصلوٰۃ
قائم ہوئی نماز اُٹھے شاہ کائنات
وہ نور کی صفیں وہ مصلّٰی ملک صفات
قدموں سے جن کے ملتی تھی آنکھیں رہ نجات
جلوہ تھا تا بہ عرش معلیٰ حسینؑ کا
مصحف کی لوح تھی کہ مصلیٰ حسینؑ کا

قرآں کھلا ہوا کہ جماعت کی تھی نماز
بسم اللہ جیسے آگے ہو یوں تھے شہؑ حجاز
سطریں تھیں یا صفیں عقب شاہؑ سرفراز
کرتی تھی خود نماز بھی ان کی ادا پہ ناز
صدقے سحر بیاض پہ بین السطور کی
سب آیتیں تھیں مصحف ناطق کے نور کی

باہم مکبروں کی صدائیں وہ دل پسند
کروبیانِ عرش تھے سب جس سے بہرہ مند
ایماں کا نور چہروں پہ تھا چاند سے دو چند
خوف خدا سے کانپتے تھے سب کے بند بند
خم گردنیں تھیں سب کی خضوع وخشوع میں
سجدوں میں چاند تھے مہ نو تھے رکوع میں

ونساء الأل يبكين بشجو وعويل
وبوسط البيت (ليلى) فى وجوم مستطيل
وهناكم (زينب) تفديه نفسا وتقول
بابى هذا المنادى صاحب الصوت لجميل
هٰكذا فليک حمد المتعالى الصمد
ايها الناس اسمعوا هٰذا الثنا من ولدى

ياله من حسن صوت فيه تجويد عجاب
جدّه افصح خلق الله من غير ارتياب
خلته داؤد اذ يتلو مز امير الكتاب
ابق لهذا الصوت يا رب الى يوم المأب
شعب فى صوت كانت كوريقات الزهر
بلبل الشيد وبروض المصطفى خير البشر

واذا فى الصف قد قام المنادى للصلوٰة
فانبرى فوق مصلاة امام الكائنات
بصفوف اشرقت من اهلها غر الصفات
وامام كان فى اقدامه نهج النجات
بمصلاه امام قدره ليس يحاط
ام سليمان غدا مستقبلا فوق البساط

كمثال المصحف المفتوح كانوا فى النظر
وحسين مثل بسم الله قدام السور
بصفوف كسطور فى الكتاب المستطر
قد غدت نفس الصلوٰة اليوم فيهم تفتخر
تفتدى الصبح بياضا كان ما بين السطور
كلها اىٔ كتاب ناطق نادى الظهور

وهنا الاصواط بالتكبير راقت القلوب
لكروّبين فى العرش بها حظّ يصيب
ومن الايمان فى سيمائهم نور عجيب
رعدت اجسامهم من خشية البارى الرقيب
خافضوا الاروس طرافى خضوع وخشوع
سجدا كانوا كبدر وهلال فى الركوع

اک صف میں سب محمدؐ و حیدرؑ کے رشتہ دار
اٹھارہ نوجواں ہیں اگر کیجئے شمار
پر سب وحید عصر و حق آگاہ وخاکسار
پیرو امامؑ پاک کے دانائے روزگار
تسبیح ہر طرف تہ افلاک انھیں کی ہے
جس پر درود پڑھتے ہیں یہ خاک انھیں کی ہے
دنیا سے اُٹھ گیا وہ قیام اور وہ قعود
ان کے لئے تھی بندگیٔ واجب الوجود
وہ عجز وہ طویل رکوع اور وہ سجود
طاعت میں نیست جانتے تھے اپنی ہست و بود
طاقت نہ چلنے پھرنے کی تھی ہاتھ پاؤں میں
گرگر کے سجدے کر گئے تیغوں کی چھاؤں میں

اقرباء المصطفی والمرتضیٰ طرابصف
هم ثمانی عشر فی العد لیست تختلف
کلهم مکلوم قلب ربه حقًا عرف
مقتد السید الطهر علیم لا یقف
عمت الافاق منهم سجة الذکر الجمیل
لقبول الذکر اضحی تربهم نعم الکفیل
فقد الکون قیاما وقعود امثل ذاک
کانت الطاعة فیهم وبهم دون الکفاک
یا له طول رکوع وجود فی انتساک
متقانین لدی النسک بجهد وانهماک
حینما طرتبق فیهم طاقة عند الوقوف
قد تها و واجسدا تحت ظلال من سیوف

(بشکریہ نظامی جنتری، لکھنؤ ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء)

بقیہ۔۔۔۔اسلام اور حقوق بشر

دوسری جنگ عظیم کی ہولناکیوں کے بعد ۱۲/اگست ۱۹۴۹ء میں جنیوا میں ایک کانفرنس میں تجویز پاس ہوئی، جس میں جنگی قیدیوں، جنگ میں زخمی ہونے والے فوجیوں اور جنگ میں حصہ لینے والے عوام کے حقوق کی بات کہی گئی، جس میں سختی سے یہ بات کہی گئی کہ کسی جنگی قیدی کو اذیت نہیں پہنچائی جائے گی، کسی زخمی کو قتل نہیں کیا جائے گا اور نہتے عوام پر حملہ نہیں ہوگا، لیکن آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا کہ جن باتوں تک دنیا آج پہنچی ہے، ان حقوق کا پاس ولحاظ اسلام نے ۱۴/سو برس قبل ہی رکھا ہے اور ان تمام حقوق کا تذکرہ آج کی دنیا میں صرف کاغذ پر ہے، جب کہ اسلامی رہبروں نے چودہ سو برس پہلے ان پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ ۱۹۴۹ء میں جنیوا میں لگا تار ۴ کنونشن منعقد ہوئے، جن میں سے ہر کنونشن میں پچھلی خامیوں کو دور کیا گیا اور کچھ نئی باتوں کا اضافہ کیا گیا۔ اس کے بعد بھی ۲۰۰۵ء تک مزید اضافہ کئے گئے جو پروٹوکول یکم، دوم اور سوم کے نام سے معروف ہیں، لیکن اس کے باوجود آج کی ترقی یافتہ متمدن دنیا ان آداب جنگی تک نہیں پہنچ سکی جو اسلام نے مقرر فرمائے ہیں، نہ اس رحم وکرم کا درجہ حاصل کر سکی کہ جس تک قوانین اسلامی کی رسائی ہے، جس کا ایک ثبوت قبیلہ خزیمہ کا واقعہ ہے۔ فتح مکہ کے بعد رسول اکرمؐ نے خالد بن ولید کی سرکردگی میں ایک لشکر قبیلہ خزیمہ کی طرف روانہ فرمایا تا کہ انہیں اسلام کی دعوت دیں، لیکن جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ جب خالد بن ولید ان کے علاقہ میں پہنچے تو وہ لوگ اسلحے لے کر سامنے آ گئے۔ خالد نے انہیں پناہ دینے کا وعدہ کیا، لیکن جب انہوں نے اپنے اسلحے پھینک دیئے تو ان کا قتل عام کر دیا۔ جیسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عمل کی خبر ملی آپؐ نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند فرمائے اور کہا: اے اللہ میں خالد کے اس عمل سے اظہار برائت کرتا ہوں (بحوالہ الکامل فی التاریخ، ج ۲ ص ۱۸۲) اس کے بعد حضرت علیؑ کو کچھ رقم دے کر بھیجا کہ ان میں جو بچے کھچے ہیں انہیں راضی کریں۔ حضرت علیؑ نے سب کا خوں بہا ادا کیا۔ جتنا ان کا نقصان ہوا تھا وہ سب پورا کیا۔ جن برتنوں میں جانور کھاتے تھے یہاں تک کہ اگر کتوں کے کھانے کے برتن دوران جنگ ٹوٹے تھے ان کی قیمت بھی ادا کی اور یہ سن کر آج کا ترقی یافتہ ذہن بھی حیران رہ جائے گا کہ کیونکہ عورتیں اور بچے خوفزدہ ہوئے، لہٰذا انہیں بھی معاوضہ (Compensation) دیا گیا۔ یہ ذہنی اذیت کا بالکل جدید تصور ہے جس پر آج سے چودہ سو برس قبل اسلام عمل پیرا ہوا۔ (بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ۱۱/مارچ ۲۰۱۱ء) (جاری)